مؤلفہ

حضرت العلامہ سید الصوفیہ مفتی سید شاہ احمد علی صوفی صفیؔ قادری قدس سرہٗ

تلخیص وتسہیل

حضرت العلامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہٗ (صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ)

بحسن تعاون

مولوی الحاج سید شاہ محمد غوث احمد قادری کلیمی (معزز رکن کل ہند جمعیۃ المشائخ)

اشاعت

سید الصوفیہ اکیڈیمی
تحت صدر مجلس صفہ صوفیہ دکن
تصوف منزل ، نزد ہائیکورٹ ، حیدرآباد ، آندھرا پردیش

سلسلہ اشاعت دار التصنیف صوفیہ (۱۵)

نام کتاب : حالات حضرت حسین شاہ ولیؒ

فن : سیرت

مؤلف : حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادریؒ

تلخیص و تسہیل : حضرت قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

(صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ)

کمپیوٹر کتابت : مصطفیٰ سعید

ایس ایس ایس کمپیوٹر گرافکس

رکاب گنج۔ حیدرآباد فون :4572192

طباعت : اویس گرافکس۔ حیدرآباد

اشاعت : سید الصوفیہ اکیڈیمی۔ تصوف منزل۔ قریب ہائیکورٹ

حیدرآباد۔ ۲ فون نمبر :4562636

بار دوم : ۱۴۲۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۹ء

تعداد : ایک ہزار

ہدیہ : پندرہ روپے (Rs.15/-)

****

ملنے کے پتے

۱۔ 21-1-247 تصوف منزل، نزد ہائیکوٹ، حیدرآباد۔ ۲ فون نمبر : 4562636

۲۔ ہلال پن اسٹور۔ گلزار حوض، حیدرآباد فون نمبر :4566277

۳۔ "روضۃ الاصفیاء" کٹہ حسین ساگر نزد بوٹس کلب۔ سکندرآباد۔ ۳ فون نمبر 7536202

۴۔ بمکان مولوی سید شاہ محمد غوث احمد قادری کلیمی۔ زیبا باغ۔ آصف نگر۔ حیدرآباد فون نمبر 3533172

۵۔ حسامی بک ڈپو۔ چار کمان۔ حیدرآباد

۶۔ اسٹوڈنٹ بک ہاؤس۔ چار مینار۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

دوسرا ایڈیشن

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ نے اپنے خداداد عرفانی کمالات، روحانی کرامات اور عبادات و مجاہدات کے ذریعہ دین اسلام کی شمع کو ہر دور میں فروزاں رکھا اور اسکی تابانیوں سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا۔ دکن میں حضرت خواجہ بندگی مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز قدس سرہٗ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی شان و عظمت کا اندازہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے شدت پسند مغلیہ حکمراں کے اس ایک شعر سے کیا جاسکتا ہے ؎

نیست کعبہ در دکن جز درگہِ گیسودراز ☆ بادشاہِ دین و دنیا تا ابد بندہ نواز

"ایں خاندان ہمہ آفتاب است" کے مصداق حضرت بندہ نوازؒ کے خانوادہ نے دکن میں علم و سیادت اور عرفان و ولایت کا چراغ بن کر دکن کے پورے علاقے کو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ بنادیا۔ چنانچہ سرزمین حیدرآباد فرخندہ بنیاد بڑی خوش نصیب ہے کہ جہاں اس مبارک خانوادہ کے متعدد شہزادے درخشاں ستاروں کی طرح آج بھی جگمگا رہے ہیں اور جن کے روحانی برکات سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے۔

ان ہی خاصان خدا میں حضرت حسین شاہ ولیؒ کی ذات بابرکات بھی ہے۔ قلعہ گولکنڈہ کے قریب واقع آپ کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ لیکن آپ کے حالات و تذکرہ سے بہت کم اصحاب واقف ہیں۔ اس خصوص میں سب سے پہلے میرے جد امجد سید الصوفیہ حضرت علامہ مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادریؒ نے آج سے کوئی (۹۳) برس قبل مستند کتب تاریخ وسیر کے حوالوں سے نہایت تحقیق و جستجو کے بعد حضرت حسین شاہ ولیؒ کے حالات زندگی کو جمع فرمایا جسکو بعد میں صدر مجلس صفہ صوفیہ واقع تصوف منزل قریب ہائیکورٹ نے شائع بھی

کیا۔ لیکن اب ہماری لائبریری کے سوا اسکا کوئی نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں۔

الحمد للہ حضرت سید الصوفیہ ؒ کی جانب سے قریب ایک صدی قبل قائم کردہ مجلس صفہ صوفیہ آج بھی والدی و مرشدی حضرت علامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہٗ کی زیر سرپرستی پوری سرگرمی کے ساتھ کام کر رہی ہے جس کے تحت موجود ''دار التصنیف صوفیہ'' میں کئی دینی و علمی کتابوں کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے جنھیں سید الصوفیہ اکیڈمی زیور طباعت سے آراستہ کر کے شائع کرتی ہے۔ جدید تصنیفات کے علاوہ سابق میں شائع شدہ کتب کے مزید ایڈیشن شائع کرنے کیلئے اہل ذوق مسلسل خواہش کیا کرتے ہیں چنانچہ حضرت حسین شاہ ولی ؒ کے حالات کو دوبارہ شائع کرنے کیلئے الحاج مولوی سید شاہ محمد غوث احمد قادری کلیمی المعروف غوث پادشاہ معزز رکن کل ہند جمعیۃ المشائخ نے نہ صرف دوسرے ایڈیشن کی خواہش کی بلکہ طباعت و اشاعت دوم کیلئے اپنا فراخدلانہ تعاون بھی پیش فرمایا جسکے لئے سید الصوفیہ اکیڈیمی ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور حضرت حسین شاہ ولی ؒ کے فیوض و برکات سے مالامال کرے۔ آمین۔

کتاب کے متن میں موجود بعض عربی و فارسی الفاظ کو حضرت والد ماجد دامت برکاتہٗ نے نہ صرف سہل اور عام فہم عبارت میں تبدیل فرمادیا ہے بلکہ بعض ایسے مضامین بھی شامل کر دئے گئے ہیں کہ جن کی بدولت اولیاء اللہ کے عرس اور زیارت قبور وغیرہ جیسے امور سے متعلق عام طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں بلکہ نکتہ چینیوں کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مولوی غوث پادشاہ صاحب کے پیر طریقت کے جد اعلیٰ حضرت سید محمد حسن جیلی کلیمی ؒ کے حالات میں اضافہ بھی

کر دیا گیا ہے جنکا مزار پر انوار حضرت حسین شاہ ولیؒ کے آستانہ سے متصل مسجد کے احاطہ میں موجود ہے۔

امید کہ اس دوسرے ایڈیشن کی اشاعت سے شائقین کے دیرینہ انتظار و اشتیاق کی گھڑیاں ختم ہو جائینگی اور محبان اولیاء اللہ اس کتاب کا پر جوش استقبال کرینگے۔ فقط

مرقوم ۲۰/ رمضان المبارک ۱۴۲۰ ہجری
م ۲۹/ ڈسمبر ۱۹۹۹ء
تصوف منزل قریب ہائی کورٹ۔ حیدر آباد

خاکپائے اولیاء اللہ
حافظ سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی حیدر قادری
مولوی فاضل جامعہ نظامیہ
یم۔اے (گولڈ میڈلسٹ) ریسرچ اسکالر (عثمانیہ یونیورسٹی)
معتمد سید الصوفیہ اکیڈیمی

ماخذ

قرآن مجید کے علاوہ جن (۵۲) مستند و معتبر کتب کے حوالوں سے مضامین نقل کئے گئے ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

تفسیر کبیر - درمنثور - بخاری - ترمذی - ابن ماجہ - ابو داؤد - مشکوۃ، کنزالعمال - طبرانی - ابن شیبہ - ابن خزیمہ - ابن منذر - فتاویٰ عالمگیریہ - شامی - رد مختار - در مختار - فتاوی قاضی خاں - فتاوی عزیزیہ - فیصلہ ہفت مسئلہ - عقائد نسفی - شرح عقائد نسفیہ - جامع کرامات اولیاء - تذکرہ صوفیہ - مقدس ٹیکمال - مخزن اسرار صوفیہ - محبوب الزمن - ترجمہ مفتاح الحقائق - خلاصۃ الحقائق - انوار الاخیار - مشکوۃ النبوہ - تبصرۃ الخوارقات - لمعاۃ الاسرار - ارمغان سلطانی - بہجۃ الاسرار - تزک محبوبیہ - تاریخ نظامی - ماثر دکن - دبدبہ نظام - تذکرہ اولیاء دکن - تاریخ شمسیہ - تاریخ خورشید جاہی - تاریخ رشید الدین خانی - بیاض خادمان سید امان اللہ - شجرۃ المحمود - مثنوی مولانا روم - دیوان حافظ - المنجد - المورد - نصیر اللغات - غیاث اللغات - منتخب اللغات - فرہنگ آصفیہ -

کتاب ہٰذا کے مولف

سید الصوفیہ حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری علیہ الرحمہ کا

مختصر تذکرہ

سید الصوفیہ حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی حسنی حسینی قادری نور اللہ مرقدہ' بغدادِ شریف سے دکن وارد ہوئے خانوادۂ غوث اعظمؓ کے چشم و چراغ یعنی حضرت ابو العابد سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قطب دکن قدس سرہٗ کے فرزند اکبر و جانشین ہیں تو حضرت حکیم سید محمد سعید قادری علیہ الرحمہ کے نواسے ہیں جنکا مزار پر انوار روضۂ صالحین علی آباد میں واقع ہے۔ حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری علیہ الرحمہ کے علم و فضل اور فیض و کمال کی ضیاپاشیوں سے بر صغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ بلاد عرب بھی منور ہیں چنانچہ حرمین شریفین کے علماء کرام اور صوفیہ عظام و محدثین میں آپ ''سید الصوفیہ'' اور ''محدث فی الدکن'' کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپکی کنیت ابو الخیر' تخلص صفؔی تھا۔ والد اور والدہ دونوں کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب حضور سیدنا غوث اعظم پیران پیر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ ہجری کو بروز چہار شنبہ بعد ظہر بمقام تصوف کدہ کبوتر خانہ قدیم ہوی۔ مادۂ تاریخ ولادت ''چراغِ حق (۱۳۱۲)'' ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابو النصر سید شاہ وجیہ الدین یحیٰی قادری بغدادی قدس سرہٗ اپنے دونوں برادران سید شاہ وجود قادری و سید شاہ موجود قادری اور تین فرزندان نیز اپنے دیگر اقارب ' مریدین و خادمین کے ہمراہ آٹھویں صدی ہجری میں بغداد شریف سے دکن تشریف لائے اور بلدہ حیدر آباد سے کوئی (۲۳) کیلو میٹر

پر واقع پر گنہ نر کھوڑہ میں کفر وضلالت کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے جنکے مزارات نر کھوڑہ اور قریب ہی واقع موضع یلمن نروہ میں موجود ہیں۔

سید الصوفیہؒ نے ابتدا میں فارسی ' عربی نحو وصرف نیز تفسیر ' حدیث ' فقہ ' ادب ' منطق ' فلسفہ ' کلام اور تاریخ وغیرہ علوم کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار کے علاوہ دیگر اساتذہ سے فرمائی جن میں قابل ذکر حضرت غلام محبوبؒ مدرس مدرسہ جامعہ نظامیہ ' حضرت سید شاہ غوث الدین قادریؒ شیخ الفقہ والحدیث جامعہ نظامیہ ' مولانا سلطان حسین مجددیؒ مدرس دار العلوم ' مولانا سید محمد عبد الکریمؒ مدرس جامعہ نظامیہ ' مولانا حکیم محمد منصور علی خاںؒ اور بحر العلوم مولانا محمد حبیب الرحمٰن انصاری بیدلؔ سہارنپوریؒ پروفیسر حدیث وفقہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ہیں۔

۱۳۲۳ھ ہجری میں اپنے والد محترم کے ہمراہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں دو سال قیام کے دوران نہ صرف دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل فرمائی بلکہ اس عرصہ میں جملہ ظاہری وباطنی علوم کی تحصیل حرمین شریفین کے اکابر علماء و مشائخ خصوصاً حضرت شیخ عبد اللہ المنصوری مفتی مکہؒ ' حضرت شیخ صالح صدیقؒ ' حضرت شیخ محمد سعید القعقاعی مکیؒ ' شیخ الخطباء حضرت احمد مکیؒ شیخ عبد اللہ عودہ نابلسی مدنیؒ اور شیخ العرب حضرت سید احمد برزنجیؒ سے فرمائی۔

(نوٹ : حرمین شریفین میں ۱۳۲۵ھ ہجری تک قیام کے دوران آپ کے علاوہ آپ کے دیگر دو برادران خرد مولانا سید شاہ سجاد علی صوفی قادری صافی اور مولانا حکیم سید شاہ قادر علی صوفی قادری صفا فرزندان حضرت صوفی اعظم قطب دکنؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ان تینوں کے علاوہ اس وقت حضرت صوفی اعظمؒ کے نہ کوئی اور فرزند تھے اور نہ ہی

کوئی فرزند وہاں آپ کو تولد ہوئے۔

۱۳۲۵ھ ہجری میں سید الصوفیہؒ دکن واپس ہوئے تو حیدرآباد میں حضرت بحر العلوم بیدل سہارنپوریؒ کی زیر نگرانی فن فقہ میں تخصیص کے ساتھ جامعہ نظامیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔علاوہ ازیں بانی جامعہ نظامیہ حضرت حافظ انوار اللہ فضیلت جنگؒ اپنے مخصوص حلقۂ تصوف کے درس میں حضرت سید الصوفیہؒ کو اپنی سیدھی جانب بٹھاتے اور شیخ اکبرؒ کی تصوف پر معرکۃ الآرا کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' آپ سے پڑھوا کر اسکے اسرار و نکات کی عارفانہ تشریح خود فرمایا کرتے تھے۔

۱۳۳۳ھ ہجری میں جمیع سلاسل طریقت قادریہ مخرمیہ ' قادریہ نسبیہ ' چشتیہ ' سہروردیہ ' نقشبندیہ ' اویسیہ وغیرہ میں آپ کو آپکے والد ماجد و مرشد ارشد حضرت صوفی اعظمؒ نے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور رشد و ہدایت کی مسند پر اپنا جانشین نامزد فرمایا چنانچہ بحیثیت فرزند اکبر و جانشین اپنے پدر بزرگوار حضرت صوفی اعظم قطب دکنؒ کی نماز جنازہ پیٹلہ برج کے وسیع میدان میں ہزاروں علماء و مشائخ اور مریدین و معتقدین کی موجودگی میں آپ ہی نے پڑھائی۔ حضرت سید الصوفیہؒ کا علمی تبحر اور زہد و تقویٰ اس درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا کہ آپکے پدر بزرگوار دوران حیات اپنے سے رجوع ہونے والے ہر طالب حق کو رشد و ہدایت اور سلوک کی تکمیل کیلئے اپنے فرزند اکبر و جانشین یعنی حضرت سید الصوفیہ سے رجوع ہونے کی ہدایت فرماتے تھے۔

۱۳۵۳ھ ہجری میں مدراس سیرت کمیٹی کے زیر اہتمام مدراس میں سمندر کے کنارے ایک عظیم الشان تاریخی جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم زیر صدارت پرنس آف آرکاٹ سر غلام محمد علی خاں منعقد ہوا تو اس جلسہ سے خطاب کرنے کیلئے

حضرت سید الصوفیہؒ کو خاص طور پر حیدرآباد سے مدعو کیا گیا تھا۔ آپ کا بصیرت افروز خطاب ختم ہوتے ہی طالبان حق کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً ڈھائی ہزار نفوس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور علمائے مدراس نے آپ کی خدمت میں ''افضل العلماء'' کا خطاب پیش کیا۔

۱۳۶۶ھ ہجری میں تیسرے حج کے موقع پر حرم کعبۃ اللہ میں آپ کے درس میں عرب کے علماء بھی شریک رہتے تھے جن میں علامہ سید محمود علی اسماعیل المرغنی المصری اسکالر جامعہ ازہر نے تصوف کے لطیف موضوعات پر کئی دن تک مسلسل حضرت سید الصوفیہؒ سے عربی زبان میں بحث کرنے کے بعد بالآخر آپکی پیشانی کو چوم لیا اور حضرت سید الصوفیہؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اور خرقہ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ جسکے فوراً بعد آپ کی شان میں موصوف نے فی البدیہہ ایک عربی قصیدہ لکھ کر پیش کیا جو فصاحت وبلاغت اور قرآنی تلمیحات کا نایاب مرقع ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر روز نماز تہجد کی ادائی کے بعد ذکر و شغل میں مصروف رہتے اور نماز اشراق سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ افتاء میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ دارالافتاء صوفیہ واقع تصوف منزل قریب ہائیکورٹ کے آپ بانی و مبانی تھے۔ جسکے مفتی کی حیثیت سے سینکڑوں فتوے صادر کرتے ہوے آخر وقت تک دین وملت کی خدمت فرماتے رہے۔

کوئی پچیس سال تک صحافت میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں چنانچہ دینی ماہناموں ''خواتین'' اور ''رسالہ صوفی اعظم'' کے آپ بانی مالک اور مدیر اعلیٰ تھے۔

حضرت صوفی اعظم قطب دکنؒ کے فرزند اکبر و سجادہ نشین کی حیثیت

سے اورنگ زیب کی معطیہ نقدی معاش و خاندانی سجادگی اور صدر خطابت پرگنہ نرکھوڑہ آپ کے نام ہی جاری ہوی جو پشت در پشت آپ ہی کی اولاد میں جاری ہے۔ آپ ایک بلند پایہ ادیب اور بالغ نظر مصنف و مولف بھی تھے۔ صدر مجلس صفہ صوفیہ کے تحت آپ نے ایک دار التصنیف صوفیہ قائم کیا اور اپنے وصال تک کوئی (۲۱۴) کتب و رسائل شائع فرمائے۔ آپ کی تصنیفات میں تفسیر صوفی' مثانی الصوفی' مقدمۃ العلم' فتاوی صوفیہ' تحفۃ الصوفیہ اور قرۃ العین فی سیرۃ الحسین وغیرہ کے علاوہ دکن کے متعدد اولیاء اللہ کے حالات وسوانح شامل ہیں جو بے حد مقبول عام ہوے۔

اتباع شریعت' پیروی سنت' حق گوئی و عشق رسول سے سرشاری آپ کو اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی دنیا و دین کی اسقدر نعمتوں سے مالامال ہونے کے باوجود آپ نے حسب و نسب یا علم و کمال پر غرور کا بیجا مظاہرہ کرنے کو کبھی بھی گوارا نہ فرمایا اور ہمیشہ اپنے بوریائے فقر و درویشی پر قانع رہے۔ نام و نمود اور خودستائی و تعلّی سے آپکو سخت نفرت تھی۔

حضرت سید الصوفیہؒ کا عقد بتاریخ ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۸ ہجری عارف باللہ حضرت الحاج سید شاہ یٰسین پاشاہ قادریؒ مشائخ ٹیکمال کی صاحبزادی سے انجام پایا جنکا نسبی سلسلہ (۳۰) واسطوں سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ کے جملہ چار صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں میں سے اب صرف دو صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ ایک حضرت علامہ الحاج قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری جو اپنے پدر بزرگوار کے قدم بہ قدم سچے جانشین کی حیثیت سے تصوف منزل قریب ہائیکورٹ سے اپنے خاندانی فیضان کو عام کرتے ہوے دین و مسلک کی خاموش و بے لوث خدمت اپنی زبان و قلم کے ذریعے انجام دے رہے

ہیں اور فی زمانہ عمر، علم و فضل اور رشتہ میں اس خانوادۂ صوفیہ کی سب سے زیادہ بزرگ و محترم شخصیت ہیں۔ اور دوسرے فرزند باخلف مولانا الحاج قاری سید شاہ سجاد علی صوفی قادری ہیں جن میں بھی اپنے اسلاف کی خوبو بدرجہ اتم موجود ہے۔

حضرت سید الصوفیہ ؒ تادم آخر سلطنت آصفیہ کے واعظ سرکار عالی اور معتمد مجلس واعظین دکن کے اعزازی عہدہ پر بھی فائز رہے۔ اس کے علاوہ آصف سابع نے اپنے شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو امیر پائیگاہ خورشید جاہی نواب حمایت نواز جنگ کا استاذ مقرر فرمایا تھا۔

الغرض اقلیم شریعت و طریقت کا یہ تاجدار جس کے شب و روز عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے ہزاروں تلامذہ اور بے شمار مریدین و طالبین کو عرفان و آگہی کی دولت بانٹنے کے بعد بتاریخ ۱۶ ربیع المور ۱۳۶۸ھ ہجری بروز شنبہ بوقت عشاء ذکر جہری کرتے ہوئے آخر میں کلمہ شہادت کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ چہرہ سے سینے تک پھیرتے ہوئے واصل بحق ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ پیٹلہ برج کے وسیع میدان پر علماء و مشائخ، قائدین و معززین اور مریدین و معتقدین کے مجمع کثیر میں نماز جنازہ آپ کے فرزند اعظم حضرت قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری نے پڑھائی اور آپ کے آبائی مقبرہ واقع دریچہ بواہیر میں آپکے جسد خاکی کو سپرد لحد کیا گیا۔ آپ کا ہجری مادۂ تاریخ وصال کا استخراج علامہ قاضی صوفی اعظم قادری نے کیا جو ایک قرآنی آیت "اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ" (حجر۔ ۴۵) سے برآمد ہوتی ہے۔ (بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں)

حیات مبارکہ کے علاوہ بعد وصال بھی آپ سے متعدد خوارق عادات کا ظہور ہوا خصوصاً بوقت دفن آپ کو قبر میں لٹا دینے کے بعد آخری دیدار کیلئے جب

آپ کے چہرہ مبارک سے کفن کو ہٹایا گیا تو وہاں موجود ہزاروں اصحاب نے مشاہدہ کیا کہ غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت آپکی دونوں آنکھیں بند تھیں لیکن قبر میں پوری طرح کھل گئیں اور سب کے دیدار کر لینے کے بعد اپنے آپ آنکھیں بند ہو گئیں۔

آپ کے ہم عصر علماء و مشائخ میں قابل ذکر حضرت مولانا بحر العلوم محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ، حضرت سید شاہ محمد پادشاہ حسینی قادریؒ حضرت مولانا شیخن احمد شطاری کاملؒ حضرت مولانا غوثی شاہؒ حضرت مولانا سید یحیٰ پادشاہ قادریؒ حضرت مولانا سید فرید پادشاہ قادریؒ، حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ قادری نقشبندی، حضرت مولانا عبد الکریم بغدادیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین شیخ الجامعہ حضرت مولانا مفتی ابو الوفا صاحبؒ شیخ الفقہ نظامیہ، حضرت مفتی مخدوم بیگ مفتی جامعہ نظامیہ، حضرت مولانا ابراھیم رشید خطیب مکہ مسجد وغیرہ ہیں۔

(مقدس ٹیکمال - تذکرۂ صوفیہ)

شریعت وطریقت

جسطرح ایمان کیلئے اقرار باللسان کے ساتھ یقین بالقلب لازمی ہے اسی طرح دین کیلئے شریعت کے ساتھ طریقت ضروری ہے شریعت جسم ہے تو طریقت جان ہے۔ شریعت رنگ و رعنائی ہے تو طریقت عطر و خوشبو ہے۔ باطل و طاغوت سے مقابلہ اور جنگ کرنے کیلئے شریعت اسلحہ اور ہتیار ہے تو طریقت ان ہتیاروں کے صحیح استعمال سے واقفیت اور عمل آوری کا وسیلہ ہے۔ علم شریعت زبان و لباس کی پاکیزگی کا طریقہ بتاتا ہے تو علم طریقت تصفیہ قلب، تزکیہ نفس اور تطہیر فکر و نظر کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات حضرت حسین شاہ ولی قدس سرہٗ

نام اور عرف

آپ کا نام نامی ''حسین'' اور عرف ''حسین شاہ ولی ہے۔(محبوب الزمن)

حسین

حسین عربی زبان میں ''حسن'' کی تصغیر ہے جسکے لغوی معنی ہیں نیک اور خوب (غیاث) حضور رسول اکرم ﷺ کے دو نواسوں میں سے ایک کا اسم گرامی بھی حسینؓ ہے۔چونکہ حضرت حسین شاہ ولی قدس سرہٗ سادات حسینی یعنی آل نبی و اولاد علی میں سے ہیں اسلئے اپنے جد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے نسبت رکھتے ہیں۔

شاہ

''شاہ'' فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی بادشاہ' سلطان یا حاکم۔ دنیا میں جس طرح کسی ملک یا سلطنت کا بادشاہ ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ بھی روحانیت اور ولایت کی سلطنت کے بادشاہ اور تاجدار ہوتے ہیں۔ دنیاوی بادشاہ کی حکومت زمین کے رقبہ پر ہوتی ہے جو عارضی نوعیت کی ہے مگر اولیاء اللہ کی خداداد حکومت مخلوق کے دلوں پر ہوتی جو چند روزہ نہیں بلکہ تا صبح قیامت ابدی و دائمی ہوا کرتی ہے بقول شاعر ؎

نہ تخت و تاج میں نَے لشکر و سپاہ میں ہے ٭ جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

ولی

عربی لفظ "ولی" مشتق ہے "ولا" سے بمعنی قرب یا نصرت۔ولی کے لغوی معنی ہیں قریب ٗنزدیک ٗدوست ٗمددگار ٗ دستگیر ٗ مشکل کشا ٗ کارساز ٗ متصرف ٗ مالک ٗ حاکم ٗ حلیف ٗ محافظ اور پارسا وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو المنجد ٗالمورد ٗمنتخب ٗغیاث ٗفرہنگ آصفیہ وغیرہ لغات)۔ قرآن حکیم میں لفظ ولی (۴۴) جگہ آیا ہے اور ولی کی جمع "اولیاء" (۴۲) جگہ ہے جو دو طرح پر ہے۔ایک تو اللہ کے محبوبوں یعنی مقبول بندوں کے لئے ولی یا "اولیاء الله" کے لقب سے یاد فرمایا گیا تو دوسرے اللہ کے مردودوں کے لئے "اولیاء الشیطان" یا "اولیاء طاغوت" یا "اولیاء من دون الله" کے الفاظ استعمال فرمائے گئے۔ قرآن پاک میں اولیاء اللہ کو ان کی امتیازی خصوصیت کی بناء پر دیگر متعدد القاب سے بھی یاد فرمایا گیا ہے جیسے اوابین ٗ توابین ٗ مخلصین ٗمخبتین ٗ محسنین ٗمتقین ٗمنفقین ٗمبشرین ٗمخلصین ٗ مقربین ٗمتصدقین ٗخائفین ٗ خاشعین ٗذاکرین ٗزاہدین ٗشاکرین ٗصابرین ٗصالحین ٗصادقین اور فائزین وغیرہ۔

عرف عام میں ولی سے مراد ولی اللہ ہی ہوتا ہے۔اصطلاح میں ولی وہ ہے جو حق تعالیٰ میں فانی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو۔اسکو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے کچھ کام نہیں۔وہ خداوندہ قدوس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا کیونکہ حق تعالیٰ اسکا متولی اور کارساز ہوتا ہے اور اسکو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اسکو اسکے نفس کی طرف راغب و مشغول ہونے نہیں دیتا ٗ یہاں تک کہ اسکو اس میں کمال تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ یعنی وہ نیک بختوں کا کارساز ہوتا ہے۔

(اعراف-۱۹۶)

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "جامع کرامات اولیاء" میں رقمطراز ہیں "چونکہ ولی قریب کو کہتے ہیں اس لئے جب بندہ کثرت طاعات وزیادتی اخلاص کی وجہ سے بارگاہ الٰہی کے قریب ہوتا ہے اور رب کریم اپنی رحمت، فضل اور احسان سے اپنے بندے کے قریب آجاتا ہے تو پھر یہ دونوں قرب مل کر ولایت کا خمیر بناتے ہیں۔" اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ولی جب خداداد تصرفات کا حامل ہوجاتا ہے تو اس سے خلاف فطرت یا خرق عادات و واقعات رونما ہوسکتے ہیں جنھیں کرامت کہتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مدت مدید گذری کہ مخلوق سے کلام نہیں کرتا ہوں اور خلق یہ جانتی ہے کہ میں اس سے کلام کرتا ہوں۔

ولی کے بہت اقسام ہیں :-

۱۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ولی ہوتا ہے مگر مخلوق اسکو ولی نہیں جانتی ہے بلکہ خود وہ شخص بھی اپنے آپ کو ولی نہیں جانتا۔

۲۔ حق جل وعلا کے نزدیک تو وہ ولی ہے اور خود وہ شخص ہی یہ جانتا ہے کہ میں ولی ہوں مگر مخلوق اسکو ولی نہیں جانتی۔

۳۔ حق تبارک و تعالیٰ کے نزدیک تو وہ ولی ہے اور خود وہ شخص اور مخلوق بھی یہ جانتی ہے کہ وہ ولی ہے۔

۴۔ خود وہ شخص اور مخلوق یہ جانتی ہے کہ وہ ولی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ولی نہیں ہے۔

۵۔ وہ شخص خود اپنے آپ کو ولی جانتا ہے اور مخلوق اسکو ولی نہیں جانتی مگر اللہ پاک کے پاس وہ ولی نہیں ہوتا۔ (مخزن اسرار صوفیہ ترجمہ مفتاح الحقائق)

اہل معرفت کا قول ہے کہ ولی وہ ہے جو نفس اور شیطان سے عداوت رکھے اور رحمٰن کی عبادت کرے۔ اور بعض کا قول ہے کہ جو دنیا سے دور اور مولیٰ سے قریب ہو وہ ولی ہے۔ بعضوں نے یوں کہا ہے کہ جسکا نفس خدمت کیلئے اور دل محبت کیلئے ہو اور اسکا راز مولیٰ کے ساتھ مشغول ہونے کے سبب سے وہ دنیا و عقبیٰ کی تمام نعمتوں کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہو وہی ولی ہے۔ (خلاصۃ الحقائق للفاریابی ؒ)

کنیت و لقب

آپ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' اور لقب ''نصیر الدین'' ہے۔ (محبوب الزمن)

مولد و منشاء

آپ کا مولد اور منشاء شہر محمد آباد بیدر رہے۔ (محبوب الزمن)

پدری نسب

آپ اپنے والد کی جانب سے حسینی النسل ہیں چنانچہ شجرہ جات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) حسین شاہ ولی بن سید اسد اللہ بن میاں صغیر اللہ بن اسد اللہ بن عسکر اللہ بن سید صغیر اللہ دکن میک بن سید محمد اکبر حسینی عرف بڑے صاحب بن حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز رحمہم اللہ تعالیٰ (تاریخ خورشید جاہی)

(۲) ابو عبداللہ نصیر الدین حسین شاہ ولی بن شاہ صفی اللہ بن اسد اللہ بن صفی اللہ بن سید محمد اکبر حسینی بن سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(مشکوٰۃ النبوہ)

(۳) ابو عبداللہ نصیر الدین حسین شاہ ولی بن سفیر اللہ بن اسد اللہ بن عسکر اللہ بن

محمد اکبر حسینی بن سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(انوار الاخیار)

(۴) ابو عبداللہ نصیر الدین حسین شاہ ولی بن شاہ سفیر اللہ عرف صفی اللہ ثانی بن اسد اللہ بن عسکر اللہ بن سفیر اللہ عرف صفی اللہ اول بن شاہ محمد اکبر حسینی بن مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم الجلیہ و الخفیہ۔ (محمد عبدالجبار خاں صاحب ملکاپوری کا بیان ہے کہ) مجھکو آپ کے سجادہ نشین سے نسب نامہ اس طرح صحیح ملا ہے اسکی صحت میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے۔ (محبوب الزمن)

نسب نامہ حضرت بندہ نوازؒ

حضرت صدر الدین ابوالفتح ولی الاکبر الصادق سید محمد حسینی گیسودراز بندہ نواز بن سید یوسف بن سید شاہ علی حسینی بن سید محمد بن سید یوسف بن سید حسین بن سید محمد بن سید علی بن سید حمزہ بن سید شاہ داؤد بن سید زید بن ابوالحسن الجندی بن سید حسین بن سید ابی عبداللہ بن سید محمد بن سید عمر بن سید یحیٰ بن سید حسین بن سید زید علی المظلوم بن امام زین العابدین بن امام ہمام حسین شہید دشت کربلا ابن امیر المؤمنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم بن ابی طالب بن عبدالمطلب و (ام الحسین حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا خاتون جنت بنت احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبدالمطلب) (سیر محمدی۔ تبصرۃ الخوارقات)

حکیم محمد عمر صاحب لالوری نے سید ابی عبداللہ بن سید محمد بن سید المظلوم امام زید شہید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ (لمعاۃ الاسرار)

لیکن اس میں تین واسطے متروک ہو جاتے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔

(سید مفتی الصوفی)

تولیت سجادگی

آپ کے جد امجد کو حضرت بندہ نوازؒ کے روضۂ متبرکہ کی تولیت مقرر تھی اور میاں ید اللہ کی اولاد کے نام پر سجادگی کی خدمت معین تھی۔ عالمگیر پادشاہ کے زمانہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ جب پادشاہ عالمگیر ۱۰۹۷ھ سنہ ہجری میں بیجاپور کی فتح کے بعد گلبرگہ میں حضرت بندہ نوازؒ کی زیارت کے لئے آیا اس وقت قطبی صاحب سجادہ نشین کو جو میاں من اللہ بدری کی اولاد سے تھے ملاقات کے لئے بلایا۔ قطبی صاحب نے بخیال کسر نفسی ودرویشی پادشاہ کی ملاقات سے انکار کیا۔ عالمگیر نے سجادہ صاحب کے انکار سے ناخوش ہوکر ان کو سجادگی سے معزول کردیا اور متولی صاحب کو سجادگی کی خدمت کی سند وخلعت ازسرنو اپنی دستخط خاص سے مرحمت کی اس وقت سے اب تک حضرت کے خاندان میں سجادگی اور تولیت کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ (محبوب الزمن)

برادران

آپ تین بھائی تھے۔ ایک سید عسکر اللہ اور دوسرے حسین شاہ ولی اور تیسرے سید راجو بیجاپوری جو حضرت سید راجو حسینیؒ حیدرآباد کے جد ہوتے ہیں۔

(سیر محمدی۔ تاریخ خورشید جاہی)

عم (چچا)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سید راجو حسینی بیجاپوری حضرت حسین شاہ ولیؒ کے چچا تھے ان کی ایک لڑکی آپ کو منسوب تھی اس لحاظ سے آپ کے خسر بھی تھے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

سید شاہ راجو حسینیؒ حیدرآبادی

حضرت سید شاہ راجو حسینیؒ جنکا گنبد عالی شان حیدرآباد دکن فتح دروازہ کے باہر واقع ہے۔ اس درویش کے جد مجد حضرت سید شاہ رضا صوفی درویش علیہ الرحمہ کے حقیقی نانا ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل شجرہ سے واضح ہے (حضرت سید الصوفیہ) مفتی سید شاہ احمد علی الصوفی درویش سجادہ نشین و فرزند اکبر حضرت سید السادات شیخ الشیوخ علامہ الحاج مولانا حکیم سید شاہ ابو العابد اعظم علی صوفی اعظم درویش حسنی حسینی قطب دکن خلف اکبر حضرت علامہ حکیم ابو الاعظم سید شاہ سجاد علی صوفی معز درویش حسنی حسینی (مرشد امیر کبیر ابوالخیر خان بہادر تیغ جنگ شمس الامراء نواب سر خورشید جاہ بہادر مرحوم) ابن حضرت مولانا سید شاہ سبحان علی صوفی عظمت اللہ درویش (مرشد نواب رشید الدین خاں بہادر جنگ اقتدار الدولہ اقتدار الملک وقار الامراء امیر کبیر ثالث مرحوم) ابن حضرت ابوالقاسم سید حیدر شاہ علی صوفی درویش ابن حضرت سید شاہ اکبر صوفی درویش ابن حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین مولانا سیدنا سید شاہ رضا صوفی ابوالتسلیم درویش حسنی حسینی نبسہ حضرت سیدنا سید شاہ راجو حسینیؒ حیدرآبادی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (تذکرۂ صوفیہ)

گلبرگہ سے گولکنڈہ آنا

ابتداء میں یعنی عالم شباب میں حضرت حسین شاہ ولیؒ کا یہ خیال تھا کہ خلق اللہ سے پوشیدہ رہوں اور گوشہ تنہائی میں معتکف ہو کر یاد الہٰی میں مشغول رہوں اور اسرار الہٰی کی حفاظت کروں گلبرگہ سے گولکنڈہ میں تشریف لائے اس وقت قلعہ میں ابراھیم قطب شاہ پادشاہ تلنگانہ کا پادشاہ تخت نشین تھا جو اکثر علماء اور اولیاء اللہ کی بہت

تعظیم و تکریم کرتا تھا اور ان کے لئے بہت کچھ وظائف مقرر کر دیتا تھا جب پادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ حسین شاہ ولی تشریف لائے ہیں تو آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کی خدمت میں اپنے معتمدین و وزراء اور امراء وغیرہ کو استقبال کے لئے بھیجا۔ معتمدین نے حسب الحکم آپ کی مہمانی اور مدارات کا عمدہ انتظام کیا اور آپ کو نہایت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ پادشاہی دربار میں لائے۔ پادشاہ نے نہایت درجہ قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کے ساتھ حضرت سے ملاقات کی۔ (محبوب الزمن)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابراہیم قطب شاہ پادشاہ نے حضرت سید شاہ سفیر اللہ حسینی عرف صفی اللہ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت فیض درجت میں کہلا بھیجا کہ میں آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں آپ یہاں تشریف لائیے لیکن حضرت نے اپنی بجائے اپنے فرزند ارجمند حضرت سید حسین شاہ ولیؒ کو مع ایک وصیت نامہ قلعہ گولکنڈہ میں پادشاہ ابراھیم قطب شاہ کے پاس روانہ فرمادیا۔ (ارمغان سلطانی)

ابراھیم قطب شاہ آپ کا مرید تھا

جب سلطان ابراھیم قطب شاہ گولکنڈہ میں تخت پر بیٹھا تو چند سال بعد ہی یعنی ۹۵۸ ہجری میں شہر گلبرگہ کی تسخیر کے لئے گیا چونکہ عالم شہزادگی سے حضرت سید حسین شاہ ولیؒ کا مرید تھا اس لئے آپ کو شہر گولکنڈہ میں ہمراہ لے آیا اور درجہ امارت کو پہنچایا جاگیر میں خاطر خواہ انعام نذر کیا اور قلعہ ہی میں آپ کی سکونت کا اہتمام کیا۔ آپ شیخ عظیم القدر تھے۔ (سیر محمدی۔ تاریخ خورشید جاہی)

سپاہ گیری و معتمدی تعمیرات

جب حضرت حسین شاہ ولیؒ گلبرگہ سے گولکنڈہ تشریف لائے تو آپ فن سپاہ گیری و تیر اندازی و نشانہ زنی میں استاد تھے۔ مزاج میں چستی اور چالاکی بے نہایت

تھی۔ اکثر نشانہ زنی میں تیر بہ ہدف تھے اس لئے بادشاہ نے پہلی ہی ملاقات میں آپ کو دس ہزار فوج کی سپہ سالاری اور تعمیرات کی معتمدی عطا کی۔ (محبوب الزمن)

ایک روایت میں ہے کہ آپ اوائل میں ابراہیم قطب شاہ کے ملازم تھے دس ہزار سپاہ کے سپہ سالار تھے ابراہیم کی رحلت کے بعد عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں عسکری صیغہ میں نامور تھے۔ (مشکوٰۃ النبوہ)

اس آخر الذکر روایت میں درایتاً بہت بڑا خلاف پایا جاتا ہے اس واسطے کہ صاحب مشکوٰۃ النبوہ ہی حضرت حسین شاہ ولیؒ کی وفات کا سن ۱۰۳۵ھ ہجری بتاتے ہیں۔ حالانکہ سلطان عبداللہ کو اس وقت سلطنت ہی نہیں ملی تھی۔ اور ابراہیم قطب شاہ نے ۹۵۷ھ ہجری سے ۹۸۸ھ ہجری تک اکتیس سال سلطنت کی ہے اور سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۹۸۸ ہجری سے ۱۰۲۰ھ ہجری تک بتیس سال سلطنت کی اور سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ ہجری سے ۱۰۴۱ھ ہجری تک پچیس سال سلطنت کی اسکے بعد کہیں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے ۱۰۴۱ھ ہجری سے ۱۰۸۳ھ ہجری تک بیالیس سال سلطنت کی ہے۔ اس لحاظ سے مولف صاحب مشکوٰۃ النبوہ کے دونوں قول میں باہم تعارض و تضاد پایا جاتا ہے اور حضرت حسین شاہ ولیؒ کا سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں موجود ہونا اور عسکری صیغہ میں مامور ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَالْغَیْبُ عِنْدَاللّٰہِ الْمُتَعَالِ۔

ازواج

حضرت حسین شاہ ولیؒ کی دو شادیاں ہوئیں۔

۱) اپنے چچا حضرت سید راجو حسینی بیجاپوری کی صاحبزادی رضانی صاحبہ سے آپ کی پہلی شادی ہوئی ہے جن کے بطن سے دو صاحبزادے ہوئے یہ بی بی صاحبہ

مع اپنے دونوں صاحبزادوں کے گلبرگہ میں ہی رہتی تھیں۔ جب حضرت حسین شاہ ولیؒ نے پادشاہ زادی سے دوسری شادی کی تو رضا بی بی صاحبہ اپنے دونوں صاحبزادوں کے ساتھ قلعہ گولکنڈہ میں آئیں اور یہ سن کر کہ حضرت حسین شاہ ولیؒ نے پادشاہ زادی سے بیاہ کرلیا ہے ناراض ہو کر گلبرگہ میں اپنے والد حضرت سید راجو حسینی بیجاپوری کے پاس واپس چلی گئیں۔

۲) آپ کی دوسری شادی کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب آپ قلعہ گولکنڈہ میں تشریف لائے تو سلطان ابراہیم قطب شاہ نے اپنی دختر سے شادی کردی اور دامادی کی عزت سے ممتاز اور جاگیرات و منصب سے سرفراز کیا۔ حضرت کے اس تعلق سے اہل ملک بہت ہی خوش ہوئے اور پادشاہ کی حق پسندی اور صلح کل کے اس سلوک کی تعریف کرنے لگے۔

(سیر محمدی۔ تاریخ خورشید جاہی۔ محبوب الزمن)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے اپنی ایک صاحبزادی (پیرماں صاحبہ) سے آپ کی شادی کردی۔ دراصل صحیح طور پر آپ درویش اور فقیر منش تھے۔ پادشاہ کی بیٹی کے تزک و احتشام اور امیرانہ طرز کو اکثر ناپسند فرماتے تھے اس لئے شروع میں برابر تین برس تک آپ نے پادشاہ زادی سے کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ رفتہ رفتہ پادشاہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو حضرت کے پاس معروضہ پیش کیا کہ میں نے اپنی دختر کو وضوء کرانے جیسی آپ کی خدمات انجام دیکر سعادت دارین حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ حضرت اس سے ناخوش ہیں اور اس کی وجہ غیر ظاہر ہے حضرت نے پادشاہ سے کہلوایا کہ مجھ کو وہاں دنیا کی بو آتی ہے۔ پادشاہ نے اپنی دختر کو اس کی خبر دی۔ اَلطَّیِّبَاتُ

لِلطَّیِّبِیْنَ کے مصداق وہ پاک باطن اللہ والی بی بی نے اس سے واقف ہوتے ہی بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے جہیز کا تمام اسباب راہ خدا میں لٹا دیا۔ اور ایک مالا موتی کا کسی مستحق کے لئے اٹھار کھا تھا لیکن اسکے نہ آنے کے باعث اس کو بھی چکی میں پیس کر پھینک دیں اور خود ایک کھادی کی اوڑھنی اوڑھ کر جانماز پر یاد خدا میں مصروف ہو گئیں۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ نے جب ان حالات کو ملاحظہ فرمایا تو نہایت ہی خوشی و مسرت کے ساتھ پادشاہ زادی سے محبت والفت کی زندگی بسر فرمانے لگے۔

اولاد

(الف) حضرت حسین شاہ ولیؒ کو پہلی بیوی رضانی صاحبہ کے بطن سے دو صاجزادے تولد ہوے (۱) سید اسد اللہ (۲) دوسرے صاجزادہ کا نام معلوم نہ ہو سکا یہ دونوں صاجزادے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ گلبرگہ میں تھے جب حضرت کی دوسری شادی شاہزادی سے ہوئی تو رضانی صاحبہ کے ساتھ یہ دونوں فرزند ہی قلعہ گولکنڈہ تشریف لائے لیکن پادشاہزادی کے ساتھ حضرت کے نکاح سے رضانی صاحبہ ناراض ہو کر اپنے والد حضرت راجو حسینی بیجاپوریؒ (عم و خسر حضرت حسین شاہ ولیؒ) کے پاس گلبرگہ چلی گئیں۔ یہ دونوں فرزند بھی اپنی والدہ کے ساتھ ہی گلبرگہ چلے گئے۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ کے بعد رضانی صاحبہ کے فرزند اکبر حضرت سید اسد اللہؒ ہی سجادہ نشین ہوے اور سجادگی کا سلسلہ اب تک ان ہی صاجزادے کی اولاد میں قائم اور جاری ہے۔

(ب) حضرت کو شہزادی پیرماں صاحبہ کے بطن سے دو صاجزادے پیدا ہوئے۔

۱۔ پادشاہ نے بڑے فرزند کو امام الملک خطاب دیا۔ یہ صاحبزادے ہونہار شادی کے بعد عین عالم شباب میں لاولد فوت ہوئے۔ والد ماجد اور پادشاہ کو سخت رنج و غم ہوا۔(محبوب الزمن) ان کی قبر حضرت کی درگاہ شریف میں ہی واقع ہے۔

۲۔ اس دوسرے فرزند کے نام کا پتہ تاریخ میں ہم کو کہیں نہیں مل سکا۔ اور یہ کمسنی کے زمانہ میں ہی راہی خلد بریں ہو گئے ان کا مزار بھی حضرت کی درگاہ شریف میں ہی واقع ہے۔ اس کے بعد پادشاہ زادی کے بطن سے حضرت حسین شاہ ولیؒ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حسین ساگر

خیریت آباد کی آبادی کے پر فضا کنارے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا لیکن نہایت ہی مختصر کنٹہ کہلاتا تھا۔ پادشاہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کنٹہ کو بڑا تالاب بنانا چاہیئے تاکہ اس تالاب سے قرب و جوار کی زراعت سیراب و تازہ ہو جائے اور خلائق کو فائدہ عام پہنچے۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ چونکہ معتمد تعمیرات تھے اس لئے پادشاہ نے آپ سے تالاب کے متعلق مشورہ کیا۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ پادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے آپ کے زیر اہتمام تالاب کی تعمیر کا کام شروع کرایا جو حضرت کے زیر اہتمام تخمیناً دو سال کی مدت میں ڈھائی لاکھ صرفہ سے ۱۵۷۵ء میں تیار ہو گیا جس کے کٹہ کا طول (۲۵۰۰) گز ہے اور پانی بھر جانے کے بعد آٹھ مربع میل زمین کو محیط ہو جاتا ہے۔ پادشاہ نے اس تالاب کا نام ابراہیم ساگر تجویز کیا تھا لیکن تعمیر کے زمانہ میں معمار و قلی باہم مکالمہ کرتے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھتا تھا کہ کہاں کام کرتے ہو دوسرا جواب دیتا تھا کہ حسین ساغر پر۔ تالاب تیار ہونے کے قبل ہی تالاب کا نام حسین ساگر مشہور ہو گیا۔ ہر چند کہ وزراء و کارکنان

پادشاہی نے کوشش کی کہ ابراہیم ساگر کے نام سے مشہور ہو لیکن ہر کسی کی کوشش ناکام ہوگئی۔ بمصداق "زبان خلق نقارۂ خدا" حسین ساگر ہی نام مشہور ہو کر رہا۔
(محبوب الزمن)

نوٹ : انقلابات زمانہ کے بعد سابقہ آصفجاہی سلطنت حیدرآباد کا بڑا علاقہ موجودہ ریاست آندھرا پردیش میں ضم ہو گیا جس کے بعد بھی مختلف گوشوں کی جانب سے حسین ساگر کے نام کو تبدیل کر دینے کی بے حد کوشش کی گئی جو ناکام ثابت ہوئی اور آج بھی یہ تالاب حسین ساگر ہی کے نام سے مشہور ہے۔
اصل نام اسکا مشہور حسین ساغر ہے افواہ عوام سے موسوم بہ حسین ساگر ہوا۔
(سیر محمدی۔ تاریخ خورشید جاہی)

تالاب ابراہیم پٹن

جب حضرت حسین شاہ ولی قدس سرہٗ کی ہر دلعزیزی نے حسین ساگر کو ابراہیم ساگر کے نام سے مشہور ہونے نہ دیا اور عموماً حسین ساگر اس کا نام مشہور ہو گیا' تبدیلی نام میں سب کی سعی نا مشکور ہوئی تو پادشاہ نے کہا خیر یہ تالاب آپ ہی کے نام پر رہے ہم دوسرا تالاب آباد اور تیار کرلینگے پھر سلطان ابراہیم قطب شاہ نے جل پلی کا تالاب اپنے نام پر تعمیر کروایا اور اس موضع کا نام ابراہیم پٹن اور تالاب کا نام ابراہیم ساگر رکھا جو بلدہ سے کوئی (۳۲) کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے یہ تالاب بھی حضرت اقدس کے زیر اہتمام تیار کرایا گیا۔ غرض ان کے علاوہ تمام علاقہ دکن میں بزمانہ ابراہیم قطب شاہ ایک سو سے زیادہ تالاب تعمیر پائے ہیں وہ سب حضرت حسین شاہ ولیؒ کے زیر اہتمام تیار ہوئے ہیں۔

آبادی خیریت آباد

ابراہیم قطب شاہ نے خیریت آباد اپنی دختر نیک اختر خیرۃ النساء بیگم کے نام پر آباد کر کے اس ہی کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں اکثر و بیشتر عمارتیں شاہی اور پختہ بنائیں اور ایک پختہ مسجد اور بازار بھی تعمیر کرایا۔ یہ مقام نہایت ہی پر فضا تھا۔ آب و ہوا بالکل صاف اور معتدل تھی۔ خیرۃ النساء بیگم اسی پُر فضا مقام میں رہتی تھیں سلطان ابراہیم قطب شاہ بھی اکثر اوقات تفریحاً یہاں آیا جایا کرتا تھا۔ (تاریخ نظامی۔ محبوب الزمن)

ایک روایت میں ہے کہ خیرۃ النساء بیگم سلطان عبداللہ قطب شاہ کی دختر تھیں۔ (ماثر دکن) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

رسوخ کی حکمت

حضرت حسین شاہ ولیؒ سراپا عقل و دانش تھے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ عقل کے پتلے تھے۔ عقل مجسم بشکل آدم نمود ہوئے تھے آپ نے سلاطین وقت سے تعلق و تقرب اسلئے پسند کیا تھا کہ میرے توسل سے عوام الناس کی حاجت روائی ہو ہر ایک امیر و فقیر کو پادشاہ وقت سے نفع پہنچے۔ آپ بباطن فقیر اور بظاہر امیر تھے آپ کا دربار شاہانہ تھا اور مزاج فقیرانہ ' آپ کے دربار میں کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی نہ در پر دربان تھا نہ بارگاہ میں پاسبان ' ہر کس و ناکس کسی مزاحمت کے بغیر آپ سے مل سکتا تھا اور اپنی حاجت کی نسبت عرض کر سکتا تھا اکثر لوگ آپ کے توسل سے کامیاب ہوتے تھے۔ دیکھو اس وقت کے مشائخ کرام کی کیا شان عظمت تھی کیا ہمدردی اور ہمت تھی کہ پادشاہوں کا تقرب خواہش نفسانی و عیش زندگانی کیلئے نہیں چاہتے تھے

بلکہ محض عوام الناس کی نفع رسانی کیلئے پسند کرتے تھے۔ اس زمانہ کے مشائخ کو ماسلف کے بزرگوں سے سبق لینا چاہئے اور ان کے قدم بہ قدم چلنا چاہئے۔ درویشی میں قدم چاہئے نہ کہ دم۔ بزرگان سلف فنافی الشیخ و فنافی الرسول و فنافی اللہ کے مراتب طے کرتے تھے۔ فی زمانہ ہم فنافی الدنیا میں بزرگی کا دم مارتے ہیں اور صفات اضافیہ پر ناز کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تمام کو نیک ہدایت عطا کرے۔ (محبوب الزمن)

سلطان ابراهیم قلی قطب شاہ

سلطان ابراهیم قلی قطب شاہ کے برادر جمشید قطب شاہ نے دو شنبہ کے روز ۱۲ تاریخ ماہ رجب ۹۵۷ھ ہجری میں سریر سلطنت پر جلوس فرمایا۔ ۹۷۰ھ ہجری میں سادات علماء کے روبرو نیک ساعت میں بی بی جمال یعنی حسین نظام شاہ کی دختر کو اپنے عقد ازدواج میں لایا۔

سلطان ابراهیم قلی قطب شاہ کی وفات تپ محرقہ کے عارضہ سے پنجشنبہ کے روز ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ ہجری کو ہوی۔ اس نے (۳۰) سال (۹) ماہ حکمرانی کی اور (۵۱) سال کی عمر پائی۔ (تاریخ رشید الدین خانی)

قلعۂ گولکنڈہ

دراصل قلعۂ گولکنڈہ کشن راؤ کا بنایا ہوا ہے اس کے بعد سلطان ابراهیم قلی قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کی درخواست پر چونہ اور پتھر سے تیار کرایا اور قلعہ کے اندرون دوکانیں اور مکانات اور راستے اور بازار ایک عرصہ قلیل میں مرتب ہوئے اور امراء و خواتین محل اور بنگلے اپنے لئے بنوا کر فارغ البال ہوئے اور سلطان کے بہت

فتوحات تھے۔ سلطان موصوف نہایت ضابط مزاج اور ہوشیار طبع اور سخاوت شعار متین تھا۔ مگر کمال جابر و آزار رسان یعنی ادنیٰ جرم پر بندگان خدا کو سخت سزا دیتا تھا۔ اکثر حکم دیا کرتا تھا کہ مجرموں کے پاؤں کے ناخن تازیانے کی ضرب سے انگلیوں سے جدا کر کے ہمارے روبرو کسی برتن میں لا رکھیں تا کہ اس سے اطمینان ہو جائے۔ مشہور ہے کہ اسکے عہد میں رہزنوں اور چوروں کا وجود ایسا معدوم ہو گیا تھا کہ تجار و مالدار کسی قافلہ اور رفیق کے بغیر شب و روز آمد و رفت کرتے تھے مگر کسی قسم کا اندیشہ و خطرہ ان کو در پیش نہیں آتا تھا۔ (تاریخ رشید الدین خانی)

پل قدیم

مورخین نے پل قدیم کی تعمیر کی وجہ یوں کہی ہے کہ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ بھاگمتی طوائف پر عاشق تھا اور وہ موضع چچلم جہاں اب شہر حیدرآباد دکن کی آبادی واقع ہے۔ رہا کرتی تھی۔ ایک روز وہ حسب عادت قلعہ گولکنڈہ سے نکل کر ندی پر آیا اور اس وقت ندی طغیانی پر تھی اس کو غلبۂ عشق نے بے چین کر دیا ندی میں گھوڑا ڈال کر پار ہو گیا۔ خفیہ نگار نے اس سانحہ کی اطلاع پادشاہ کو دی۔ حکم ہوا کہ بہت جلد پل تیار ہو جائے۔ دوسرے بارش کے موسم تک دو لاکھ روپیوں کے خرچہ سے پل تیار ہو گیا اور جس شخص نے (صراط المستقیم) اس کی تاریخ رکھی تھی اس کو پانچ سو اشرفیاں صلہ میں دیا۔ (دبدبہ نظام)

ابراھیم قطب شاہ کی یادگاریں

حوض حسین ساغر (تاریخ رشید الدین خانی۔ دبدبہ نظام)

کٹورہ کنکور (تاریخ رشید الدین خانی)

کٹورہ بدویل (تاریخ رشید الدین خانی۔ دبدبہ نظام)

ابراہیم باغ اسی کے زمانہ میں عدم سے جلوۂ ظہور میں آئے ہیں

(تاریخ رشید الدین خانی)

یادگار تالاب ابراہیم پٹن۔

کالا چبوترہ

پل قدیم

اسی پادشاہ کا ایک پہاڑ (کوہ مولا) کے نام سے مشہور ہوا۔ (دبدبہ نظام)

صدقۂ جاریہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (کہف۔۴۶) یعنی مال اور بیٹے یہ سب زندگیِ دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والے اچھے کاموں کا ثواب تیرے پروردگار کے پاس بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلے ہیں۔ یعنی نیک کاموں والا آدمی جو کچھ امید رکھتا ہے آخرت میں حق تعالیٰ سے پاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اسکے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل یعنی صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور صالح بیٹا جو اسکے لئے دعا مانگتا رہے۔

حضرت حسین شاہ ولیؒ کے کرامات

اگرچہ کَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ حَقٌّ (شرح عقائد نسفی) کی رو سے اولیاء اللہ کے

کرامات میں کسی کو شبہ اور اعتراض نہیں ہے مگر جن کو اس میں کلام ہے ان سے ہم کو کلام نہیں ہے۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ کے کرامات وخرق عادات بے شمار ہیں ان سب کے تذکرہ کی یہاں گنجائش نہیں اس لئے بلحاظ "مَا لَایُدْرَكُ كُلُّهٗ وَلَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ" مشتے نمونہ از خروارے۔ ایک دو کراماتوں پر یہاں اکتفا کیا جاتا ہے۔

ا۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ حسب عادت ایک وقت پادشاہ کے دربار میں تشریف لائے اور بہ تعمیل فرمان باری تعالیٰ فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ۔ (نور-۶۱) یعنی پس اپنوں کو سلام کرو آداب دربار کے موافق سلام فرمانے کے قبل یہ تصور فرمایا کہ ملازم پیچھے ہے عصاء اور تلوار اس کو دے دینا چاہئے اس خیال سے آپ نے جب اپنا دست مبارک پیچھے کر کے تلوار و عصاء کو چھوڑ دیا اگرچہ وہ عصاءاور تلوار ملازم کو تو نہیں ملی مگر اس کے بجائے کرامت یہ ہوئی کہ عصاءاور تلوار رہوا پر بالکل معلق (لٹکتی) رہ گئی۔ اس کرامت کے سبب سے سلطان اور سب درباریوں پر آپ کی ولایت اور کرامت کا داب ورعب بہت اچھی طرح چھا گیا۔

۲۔ ایک دفعہ آپ حسب معمول پادشاہ کے دربار میں تشریف لائے دیکھا کہ دربار بالکل بھرا ہوا ہے۔ مجمع اسقدر کثرت سے ہے کہ بیٹھنے کے لئے کہیں بھی جگہ نہیں ہے۔ آپ نے آہستہ سے عمارت کے ایک کھم کو اٹھا کر دوسری جگہ اسی کے قریب رکھا اور کھم کے مقام پر آپ خود تشریف فرما ہو گئے جب مجمع کچھ منتشر ہوا اور ایک درباری صاحب نے جنکا دامن اسی کھم کے نیچے دبا ہوا تھا اٹھنے کا قصد کیا لیکن اٹھ نہ سکے حاضرین پر ایک حیرت کا عالم چھا گیا اور ایک دوسرے سے باہم گفتگو کرتے تھے کہ اس قدر بڑی زبردست اور بھاری عمارت کے کھم کو اس کی جگہ سے کس شخص نے ہٹا دیا ہے۔ اخیر میں سبھوں نے ایک زبان ہو کر یہ اعتراف کیا کہ یہ کرامت حسین شاہ ولیؒ کی

ہے۔ پادشاہ بھی اس سے واقف ہوا تو سخت حیرت و تعجب میں پڑ گیا اور حضرت سے اس واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کا فاعل میں نہیں ہوں بلکہ یہ اسماء حسنٰی کے تاثیرات ہیں۔ اللہ تعالٰی کی قدرت کا ظہور اسی طرح ہوتا ہے۔ بقول مولانا رومؒ

اولیاء راہست قدرت ازالٰہ — تیر جستہ باز آرندش زِ راہ

یعنی اولیاء اللہ کو خدا کی جانب سے یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ چھوڑے ہوے تیر کو راستہ سے واپس لوٹا سکتے ہیں۔

۳۔ حضرت حسین شاہ ولیؒ ایک روز شاہزادہ محمد قلی قطب شاہ کے ہمراہ تھے شاہزادہ کی سواری مع فوج جمعیت نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ راستہ سے گذر رہی تھی کہ ایک چیل نے پادشاہزادہ پر بیٹ گرادی حضرت نے فی الفور چیل پر بندوق سے فائر کر دیا چیل کبابِ سوختہ کی طرح نیچے گری شاہزادہ اور دوسرے مصاحبین آپ کی چستی اور چالاکی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ شاہزادہ آپ کا اعزاز و اکرام باپ سے زیادہ کرنے لگا۔

بعض مورخین نے اس نقل کو اس طرح لکھا ہے کہ آپ نے چیل کی طرف غضب ناک نگاہوں سے ملاحظہ فرمایا اسی وقت چیل کبابِ سوختہ کی طرح نیچے گری جب سے شاہزادہ اور تمام امراء آپ کی کرامت اور خرق عادت کے معترف اور معتقد ہوگئے۔ (محبوب الزمن)

کیا عجب ہے کہ آپ کی نظر فیض اثر میں یہ کرامت ہو ایسی کرامتیں اکثر و بیشتر اولیاء سے ظہور میں آئی ہیں خصوصا حضرت مرشدنا وجدنا غوث الثقلین شیخ الکل غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی کرامت صادر ہوئی۔

(یعنی اے حافظ ! تو حضوری چاہتا ہے تو اس سے غائب (غافل) نہ ہو۔ محبوب سے جب تیری ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ اور اسکو ترک کر دے) (دیوان حافظؒ)

وصال

غرض آپ کی عمر شریف جب ایک سو برس سے زیادہ ہوی تو آپ کا وہ وقت بھی آیا کہ عالم فانی کو خیر باد کہدیں۔ چنانچہ بتاریخ چودہ ۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۰۶۸ھ ہجری آپ کا طائر روح اپنے قفس عنصری سے پرواز کر کے خلد بریں کی جانب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روانہ ہو گیا۔ (محبوب الزمن) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (بقرہ۔۱۵۶) (یعنی ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔)

صورت از بے صورتی آمد بروں ☆ باز شد کِانَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن (مثنوی مولانا رومؒ)

(یعنی بے صورتی سے ہی صورت برآمد ہوی پھر اسی کی طرف لوٹ گئے۔)

سن وصال میں اختلاف

۱۔ "رفت از دنیا حسینِ پاک دیں" (محبوب الزمن)

لیکن بحساب ابجد اس مصرع کے اعداد (۹۶۸) برآمد ہوتے ہیں جو آپ کے سنِ وصال (۱۰۶۸ھ) سے ایک سو سال کم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شاعر کو شمار کرنے میں سہو ہو گیا ہو کیونکہ یہ فن ہی بہت دشوار ہے۔ اکثر و بیشتر حساب میں کمی و بیشی ہو جایا کرتی ہے۔

اس درویش بے نوا نے بھی قطعۂ ذیل میں حضرتؒ کے اسم گرامی کے ساتھ بحمد للہ ایک ہی مصرع میں مادۂ تاریخ نکالا ہے جو حضرت اقدسؒ ہی کی کرامت معلوم ہوتی ہے

ولیؔ اہلِ کرامت حسین شاہ ولی

ز قرب ربِ علایافت عزتِ جاوید

بگفت مفتیِ صوفیِ صفی سن وصلش

حسین شاہ ولی قطبِ جنتِ جاوید (۱۰۶۸) ھ

۲۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ النبوۃ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین شاہ ولیؒ شروع میں سلطان ابراھیم قطب شاہ کے پاس دس ہزار سپاہ کے سپہ سالار کے عہدہ پر مامور تھے۔ سلطان ابراھیم شاہ کی وفات کے بعد عبد اللہ قطب شاہ کے دور میں آپ عسکری (فوجی) صیغہ میں مامور تھے۔آپ کی رحلت ۱۴رجمادی الآخریٰ ۱۰۳۵ھ ہجری میں ہوئی

(مشکوٰۃ النبوہ)

میرے نزدیک صاحب مشکوٰۃ کی تحریر میں سہوِ کاتب معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ عبد اللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ ہجری میں تخت نشین ہوا اور بقول مولف مذکور آپکی رحلت کا بھی وہی سن یعنی ۱۰۳۵ھ ہجری ہے۔ لہٰذا آپ عبد اللہ قطب شاہ کے صیغۂ عسکری میں کیونکر ہونگے۔ مولف مذکور کے قول میں گڑبڑ ہے۔(محبوب الزمن)

۳۔ اگرچہ عبد الرؤف صاحب سلطان عبد اللہ قطب شاہ کا سن جلوس (تخت نشینی) ۱۰۴۱ھ ہجری بتاتے ہیں۔(دبدبہ نظام)

لیکن امام خاں صاحب ہجرؔ اپنی تاریخ میں عبد اللہ قطب شاہ کا سن جلوس ۱۰۳۵ھ ہجری بتاتے ہوئے شعراء کے دو مادۂ تاریخ ذیل پیش کرتے ہیں۔

مزین شد جہانے از جلوسِ شاہ عبد اللہ (۱۰۳۵) ہجری

شد شاہِ دکن قطبِ زماں عبد اللہ (۱۰۳۵) ہجری

(تاریخ رشید الدین خانی)

۴۔ خادمان سید امان اللہ کی بیاض میں لکھا ہے کہ حضرت حسین شاہ ولی حیدرآبادی کی وفات ۱۶ جمادی الاخریٰ ۹۷۹ ہجری میں ہوی۔ (تاریخ خورشید جاہی)

مدفن

جب حضرت حسین شاہ ولیؒ کا وصال مبارک ہوا تو پادشاہ وقت کا ارادہ ہوا کہ قلعہ میں آپ کا مدفن ہو مگر سید علی صاحب نامی کی رائے کے موافق "کھرنی باغ" میں آپ دفن کیئے گئے۔ مروی ہے کہ اسی مقام میں دفن کیئے جانے کے متعلق آپ نے وصیت بھی فرمائی تھی۔ اب جہاں آپ کا مزار مبارک واقع ہے وہی مقام اس زمانے میں کھرنی باغ سے موسوم تھا۔ غرض مرقد مبارک قلعۂ گولکنڈہ کے قریب بلدہ سے ایک کوس فاصلہ پر پہاڑی کے نیچے واقع ہے۔ (محبوب الزمن)

نوٹ : سید علی صاحب نامی، حضرت حسین شاہ ولیؒ کے خلیفہ تھے جنکا مزار شریف حضرت کے پائیں واقع ہے اور آپ کی قبر پر سیاہ پتھر کا ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے۔

گنبد

حضرت حسین شاہ ولیؒ کے گنبد کی تیاری کے متعلق صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ قطب شاہی سلاطین کے زمانہ میں ہی اسکی تیاری ہوی لیکن کس پادشاہ کے عہد میں اور کس سن میں اس گنبد کی تعمیر ہوی کچھ پتہ نہیں چلا کہ تاریخ اس سلسلہ میں ساکت ہے۔ الحاصل گنبد مبارک شمالی جانب، قلعہ کے متصل واقع ہے۔

(تاریخ خورشید جاہی۔ بیاض خادمان سید امان اللہ)

سائبان

حضرت حسین شاہ ولیؒ کے گنبد کے سامنے دروازہ پر ایک پختہ سائبان ہے

جو امیر کبیر سر خورشید جاہ خورشید الامراء خورشید الدولہ خورشید الملک تیغ جنگ محمد محی الدین خاں بہادر شمس الامراء خامس کا تیار کردہ ہے۔(سید مفتی الصوفی)

مدد معاش عود و گل

حضرت حسین شاہ ولیؒ کی درگاہ شریف کے عود و گل اور آپ کے صاحبانِ سجادہ کی معاش کے لئے سلاطینِ قطب شاہی کے زمانے میں ہی ایک موضع منی کنڈہ اور کنٹہ پلی جاگیرات بطور عطاءِ شاہی خاص مقرر کیے گئے تھے۔

عرس شریف

حضرت حسین شاہ ولیؒ کے ہر سال دو عرس ہوا کرتے ہیں ایک تو تاریخ مرقوم الصدور (یعنی ۱۶ر جمادی الاخریٰ) کو ہوتا ہے اور دوسرا عرس سترھویں ذیقعدہ کو ہوتا ہے جب کہ حضرت سید محمد بندہ نواز گیسودراز قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے۔اس صندل کے مراسم اسطرح ہیں کہ ذیقعدہ کی سولہ تاریخ صندل شریف اور سترہ تاریخ چراغاں ہوتے ہیں۔ بلدہ حیدرآباد کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر کوئی گلبرگہ شریف نہ جاسکے تو درگاہ شریف میں آپ کے پاس حاضر ہو اور ثواب پائے۔

(تاریخ خورشید جاہی۔بیاض خادمان سید امان اللہ)

آنکہ مرداں را رساند بر مراد　　اعتقاد است اعتقاد است اعتقاد

(یعنی وہ چیز جو لوگوں کو مراد تک پہنچاتی ہے وہ صرف اعتقاد اور اعتقاد ہی ہے۔)

عرس سے کیا مراد ہے

عرس بضم و بضمتین کے لغوی معنی ہیں شادی یا طعام عروسی (شادی کا کھانا) جیسا کہ غیاث، نصیر اور منتخب اللغات میں درج ہے۔اسی مناسبت سے دلہا یا دلہن کو

"عروس" کہتے ہیں۔ لیکن مجازاً یا اصطلاحاً عرس ان مراسم اور اس مجلسِ طعام کا نام ہے جو ہر سال وفات کے دن بزرگان دین کے فاتحہ کے سلسلہ میں منعقد ہوتی ہے۔

اللہ والوں کے یوم وصال کو عرس کہنے کی وجہ تسمیہ نیز شادی یا خوشی سے نسبت و تعلق ہونے کی وضاحت ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں روایت کی گئی ہے کہ منکر و نکیر دونوں فرشتے جب کسی نیکوکار بندے کی تدفین کے بعد اس کی قبر میں اپنے سوالات کے صحیح جوابات سن کر مطمئن اور خوش ہو جاتے ہیں تو آخر میں فرشتے حکم الٰہی اس مُردے سے یوں کہتے ہیں۔

"نَمْ کَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبَّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ"

یعنی "اے مُردے ! اب تو اس طرح میٹھی نیند سو جا جس طرح دولہن سوتی ہے کہ دولہن کو صرف وہی جگا سکتا ہے جو اس کے گھر والوں میں سب سے بڑھ کر اس کا محبوب ہے "یعنی اب تو اس وقت تک اپنی قبر میں میٹھی نیند سو جا جس وقت تک اللہ تعالیٰ تجھے نہ جگائے دوسرے الفاظ میں عاشقان حق کے حق میں غمکدۂ دنیا سے کوچ کرنا گویا شادی و عروسی کے برابر ہوتا ہے اور حدیثِ بالا کی روشنی میں مزار کے حجلہ خانے میں عروسِ جان خواب نوشیں اور آسودہ ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کی جانب حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اشارہ کرتے ہیں :

عروسی بُوَدْ نوبتِ ماتمت
اگر نیک روزے بُوَدْ خاتمت

یعنی اگر خاتمہ نیک ہو تو موت سے ماتم جا کر خوشی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

چونکہ مقبولانِ حق اور محبوبانِ خدا کا خدا سے وصال ان کے لئے عین فرحت و سُرُور کا باعث ہے اس لئے بزرگانِ دین کے "یوم وصال" کو اس حدیث شریف کی

نسبت سے "عُرُوس" کہنے لگے جو کثرت استعمال سے "عُرس" بن گیا۔

عرس کے مقاصد اور تعینِ تاریخ کے فوائد

اللہ والوں کے مراسمِ عرس سے صرف یہی منشاء ہوتا ہے کہ سال میں ایک بار تمام معتقدین و متوسلین ایک جگہ جمع ہو کر خدا اور رسول کے ذکر اور توبہ واستغفار سے اپنے دلوں کو پاک وصاف کریں۔ کلام اللہ پڑھ کر صاحبِ مزار کی روح کو ہدیۂ ایصالِ ثواب کریں۔ وہاں موجود دیگر قبروں کی زیارت کریں۔ صاحب عرس کی تعلیمات کو عام کریں۔ وعظ کی مجالس اور ذکر و فکر کے حلقے مقرر کریں جن میں اولیاء اللہ کی عظمت کا تذکرہ بیان ہو۔ ایصال ثواب کی خاطر شیرینی اور طعام وغیرہ سے فقراء، مساکین، غرباء و مستحقین اور زائرین کی تواضع کریں۔ اور ساتھ ساتھ منکرات و محرمات اور ممنوعات سے احتراز اور پرہیز کریں۔

ایصال ثواب کی تکمیل تو کسی بھی دن ہو سکتی ہے لیکن ہر سال شہداءِ اُحُدْ کے مزاروں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارتِ قبور کے پیش نظر سالانہ عرس کے موقعہ پر سب کا اجتماع بھی یقیناً اتباعِ سنت ہے۔ اس کے علاوہ عرس کی تاریخ کے تعین سے یہ بھی سہولت ہے کہ لوگ اسی تاریخ جمع ہو کر اجتماعی طور پر قرآن خوانی، کلمۂ طیبہ اور درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں اس طرح بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں نیز اس بزرگ و صاحب مزار کے معتقدین متوسلین اور مریدین کو اس خاص مقررہ تاریخ پر آئے ہوئے دیگر اپنے برادران طریقت اور پیر بھائیوں سے بلا تکلف شخصی طور پر آپس میں ملاقات کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ جو

اصحاب کسی پیر کے طالب اور کسی مرشد کے متلاشی ہوں تو عرس کے موقع پر شرکت فرمانے والے مختلف مقامات کے پیران طریقت و بزرگان دین سے انھیں نیاز حاصل ہوتا ہے علماء و صوفیہ کا مجمع ہوتا ہے ان میں سے جس کی جانب عقیدت سے دل آگے بڑھے ان سے بیعت کرلی جاسکتی ہے۔ چنانچہ حج و زیارتِ مدینۂ منورہ کے لئے بھی جو تواریخ مقررہ ہوتی ہیں اس میں بھی یہ سب فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

زیارت قبور اور عرس کا شرعی ثبوت

زیارت قبور اور عرس، سنت نبوی ﷺ ہے اور حدیث شریف و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔

۱۔ صحیح حدیث کی کتاب "ابو داؤد" میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جبل احد پر شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لئے ہر سال تشریف لے جاتے اور فرماتے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"

۲۔ مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور کی ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے "پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے میں نے منع کیا تھا لیکن اب ضرور زیارت کیا کرو اس کی اجازت دیتا ہوں کیوں کہ قبروں کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور عبرت ہوتی ہے۔"

نوٹ: اس سے تو بلا قید و تعین زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے یعنی زیارت قبور روز کرو مہینہ میں کرو یا سال میں کرو۔ اکیلے جاؤ یا مجمع کے ساتھ جا کر زیارت قبور کرو یہ سب جائز ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے قبرستان میں اصحاب

کرام کے سامنے وعظ فرمایا۔

۴۔ کنز العمال میں ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چار ہزار صحابی ملک یمن میں اس لئے گئے تھے کہ وہاں ایک بزرگ کے مقام کی زیارت کریں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے موجود تھا۔

۵۔ جب کوئی صحابی انصار میں سے انتقال فرماتے تو انصار ان کی قبر پر آیا کرتے اور ان کے ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھتے۔

۶۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا شہدائے احد رضی اللہ عنہم کی نیز روضہ نبوی علیہ وسلم کی اور دیگر قبور کی زیارت فرمایا کرتی تھیں۔

۷۔ فقہ کی کتاب شامی جلد اول باب زیارت قبور مین ہے ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

۸۔ تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور میں ہے کہ حضور علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء راشدین بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ (ابن منذر اور رد محتار سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔)

۹۔ تقسیم طعام و تبرک کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں کہ "بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں تو یہ بات اگر حضور اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہیں تھی بھی تو ایسا کرنے میں حرج نہیں بلکہ زندوں سے مُردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور صالحین کی

قبروں سے برکت اور ایصال ثواب تلاوت قرآن، تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماعِ علماء سے اچھی طرح ثابت ہے۔ عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کریں تو اچھا ہے۔"

۱۰۔ پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ جو مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے پیر و مرشد بھی ہیں اپنی کتاب "فیصلۂ ہفت مسئلہ" میں عرس کے جواز پر زور دیتے ہوئے خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں "فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اور اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور کبھی کبھی وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔"

۱۱۔ چند سال قبل تک سرکار دو عالم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماءِ مدینہ منورہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (حضور کے چاچا) کا بڑے تزک واحتشام کے ساتھ عرس کیا کرتے تھے جن کا مزار اقدس احد کے پہاڑ پر ہے اور جن کے مزار پر لکڑی کا خوبصورت قبہ بنا ہوا تھا۔ لیکن موجودہ سعودی حکومت وہابی عقائد باطلہ رکھتی ہے اس لئے اس حکومت نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قبہ جات و مزارات وغیرہ جملہ آثار کو شہید کر کے بالکل مٹا دیا اور سالانہ عرس بھی موقوف ہو گیا۔

متذکرہ معتبر کتابوں کے باوثوق حوالوں سے ثابت ہو چکا کہ جو امور کسی عرس میں انجام دیئے جاتے ہیں وہ سب شرعی طور پر جائز بلکہ باعث برکت و موجب ثواب ہے۔

عرس سے متعلق فقہی مسائل

۱۔ جس نے روزہ رکھایا نماز پڑھی یا خیرات کی اور اس کا ثواب اپنے غیر کے لئے پہنچایا خواہ وہ غیر مُردہ ہو یا زندہ قرابت دار ہو یا بیگانہ شرعاً جائز ہے اہل سنت و جماعت کے مذہب میں اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے۔(ردالمحتار۔ شامی)

۲۔ جو کوئی آدمی مُردے کے لئے یا اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو مُردہ کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔(شرح عقائد نسفیہ)

۳۔ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا ہر حال میں نفع دیتا ہے۔(فتاوی قاضی خاں)

۴۔ مزار پر پھول اور سبزہ چڑھانا اچھا ہے بلکہ رفعِ عذاب کا باعث ہے اس کے سبز رہنے اور تسبیح پڑھنے سے میت کی انست ہے۔ اس کی قیمت خیرات کر دینا بھی بہتر ہے۔(ردالمحتار۔ فتاوی عالمگیریہ)

۵۔ سورہ دہر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا (دہر-۸)

یعنی ”اور اس کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں“۔ ردالمحتار میں ہے کہ نذر و منت کے بغیر ایصال ثواب کے لئے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا جس کو عام طور پر بزرگان دین کی نیاز شریف کہتے ہیں شرعاً جائز اور درست ہے۔ کیونکہ یہ ہدیہ تحفہ کی تعریف میں ہے۔

عرس کے منہیات و ممنوعات

قبرستان میں آگ لیجانے کی ممانعت ہے (شامی) کیوں کہ نور سے نسبت رکھنے والی ان پاک ہستیوں کو نار (آگ) سے بھلا کیا نسبت ؟

اس لحاظ سے مزارات پر اگربتیاں جلا کر لگانا اور مزار سے متصل عود دان میں آگ رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ البتہ قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے وقت قرآن کی عظمت و بزرگی کے لئے عود لوبان اور اگربتی جلانا ہو تو فاصلہ پر رہے تاکہ اس کی خوشبو پہنچے مگر آگ مزار کے قریب نہ رہے۔

در مختار اور شامی میں ہے کہ نوبت نوازی' نقارہ اور دف وغیرہ اگر تفاخر اور بڑا پن ظاہر کرنے کے لئے ہو تو جائز نہیں ہاں البتہ کسی بات کا اعلان کرنے یا عوام کو آگاہ اور متنبہ کرنے کے لئے نقارہ 'نوبت' یا دف وغیرہ بجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے زیارت قبور فرمائی اور دوسری صحابیات کا بھی اس پر عمل رہا۔ لہٰذا عورتوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ممنوعات و منہیات کا خاص خیال و لحاظ رکھا جائے۔

نوٹ: قبرستان میں عورتوں کا سینٹ یا بو دار عطر لگا کر آنا ' زیورات پہن کر زینت بتلانا خصوصاً باریک نیم عریاں لباس پہن کر غیر محرموں کے سامنے بے پردہ مَردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا ممنوع اور حرام ہے جس سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے علماء کرام کی ایک جماعت آج کل کے پُر فتن دور میں احتیاط کو ترجیح دیتے ہوئے عورتوں کو زیارتِ قبور کے لئے قبرستان جانے کی اجازت نہیں دیتے تاکہ نیکی برباد اور گناہ لازم نہ ہو جائے۔

قبروں پر پھول ' چادر گل اور صندل

صحیح بخاری کی حدیث میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا ایسی دو قبروں پر سے گزر ہوا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق دونوں قبر والے عذاب میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کھجور کی ایک تر و تازہ شاخ کو چیر کر ہر ایک قبر پر ایک ایک ڈالی لگاتے ہوئے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں ڈالیاں خشک نہ ہوں اور خدا کی تسبیح کرتے رہیں اس وقت تک ان ہر دو کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ شرح بخاری و شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث سے علماء کرام نے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول' سبزہ ' شاخِ تر اور خوشبو ڈالنا یا لگانا ہر طرح جائز اور موجبِ تخفیفِ عذابِ میت قرار دیا ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"وَضْعُ الْوَرْدِ وَ الرَّيَاحِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ"

یعنی پھول سبزہ اور خوشبو کی چیزوں کا قبروں پر رکھنا اچھا ہے چنانچہ صندل بھی خوشبودار ہونے کے سبب اسی حکم میں داخل ہے اور بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس کے موقعہ پر صندل مالی میں بھی اسی حکم کی اتباع ہے۔

البتہ بعض اصحاب پھول کو تاگے میں پرو کر ہار یا چادر گل بنا کر مزارات پر جو پیش کرتے ہیں اس کا عام مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہوا چلنے سے کھلے پھول پراگندہ اور منتشر ہو کر ادھر ادھر نہ اڑ جائیں ' اگر چادر کی شکل میں ہوں تو مزار پر ہی رہیں گے اور متفرق ہونے نہ پائیں گے۔

المختصر تلاوتِ قرآن حکیم و فاتحہ خوانی کے ذریعہ صاحب قبر کو ایصال ثواب کا ہدیہ پیش کرنا۔ مساکین و فقراء کو کھانا کھلانا' مولود اور وعظ وغیرہ کی مجلسیں منعقد کرنا۔

صاحبِ عرس کے محاسن کاذکر کرتے ہوئے اسوۂ حسنہ کی یاد دلانا‘ قوم کو گمراہی اور بد عقیدگی سے بچانا۔ منکرات و محرمات سے احتراز رکھنا‘ زائرین ‘ طالبین‘ معتقدین و محبین پر دینی اثرواصلاحی نظر ڈالنااور کمالاتِ ظاہری وباطنی کا اکتساب‘ اسلامی علوم وفنون کا شوق پیدا کرنا‘ ذکر وفکر کے حلقے اور مراقبات و کشفِ قبور وغیرہ کے جلسے منعقد کرنا‘ صالحین کے مزارات کی زیارت سے تبرک لینا۔ شریعت کے اظہار اور طریقت کے اسرار سے دارین میں فیض حاصل کرنا۔ایام عرس میں دینی ودنیوی فتوحات حاصل کرنا یہ سب وہ جائز کام ہیں جسکی شریعت میں اجازت ہے۔(سید مفتی الصوفی)

معمول عرس

حضرت حسین شاہ ولیؒ کے عرس شریف سالانہ کیلئے علاقہ صرفخاص مبارک سے(-/Rs.680) چھ سو اسی روپے حالی سابقہ دور آصفیہ میں بطور معمول منظور و مقرر ہوے تھے۔ مہتمم صاحب امور مذہبی صرفخاص مبارک نظام کے زیر اہتمام نیاز اور پخت وغیرہ کا اور خصوصاً صندل کے دوسرے روز یعنی عرس کے دن درگاہ شریف پر چادر گل کی پیشکشی اور غرباء و مساکین اور فقرا و خادمین کو عام طور پر کھانا کھلانے کا انتظام مقرر ہوا۔

مسجد

نواب صاحب نواب میر اکبر علی خاں بہادر فولاد جنگ اسد الدولہ نظام الملک آصف جاہ ثالث سکندر جاہ مغفرت منزل مرحوم کی والدۂ ماجدہ تہنیت النساء بیگم صاحبہ چونکہ حضرت حسین شاہ ولیؒ کی بے حد معتقد تھیں اس لئے انھوں نے یہاں ایک مسجد ۱۲۲۴ہجری میں تعمیر کروائیں جو نمازیوں سے آباد ہے جس کا ثواب جاریہ اس بی بی کو

خانقاہ

تہنیت النساء بیگم صاحبہ نے اپنی خوش عقیدگی سے درگاہ شریف حضرت حسین شاہ ولیؒ کے قرب و جوار میں ایک خانقاہ بھی تیار کرادی تھیں۔ بزمانۂ عرس زائرین و حاضرین اسی خانقاہ میں ٹھیرتے ہیں جس پر ایک کتبہ نصب ہے اور جس پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

بِنَا مسجد و خانقاہ شد ختیم
بفر مود تہنیَت اجرِ عظیم

۱ ۲ ۵ ۲ ۴

اس درویش نے بھی تعمیرِ خانقاہ کا مادۂ تاریخ تصنیف کیا ہے جو اہلِ سخن کی ضیافتِ طبع کیلئے بطور یادگار درج ذیل ہے ؎

از پئے زوّارِ درگاہِ شریف شہ ولی حضرت حسینِ ذی وقار
تہنیت بیگم زِراہِ اعتقاد اک سراء تیار کردہ استوار
مفتی الصّوفی صفؔی سالش بگو خانقاہے از برائے یادگار (۱۲۲۴ھ)

نوٹ: اسی خانقاہ کے حدود میں ایک جالی دار چوکھنڈی ہے جس میں عام طور پر تہنیت النساء بیگم مرحومہ کا مدفن ہونا مشہور عام ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

باقیات الصالحات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَاباً وَّ خَیْرٌ مَّرَدًّا (مریم۔۷۶)

(یعنی اور باقی رہنے والے نیک کاموں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور

کلام میں رنگینی تھی۔ خوش اخلاق اور صاحبِ مروت واقع ہوے تھے۔آپ کا کلام بطور نمونہ پیش ہے ؎

انساں کو خوض کثرت و وحدت میں چاہئے — تفریق پھر مجاز و حقیقت میں چاہئے

آساں نہیں ہے جلوۂ دلدار دیکھنا — تابِ جمالِ یار بصارت میں چاہئے

طالب کو ساتھ جادۂ وحدت پہ لے چلے — ایسا کمال پیرِ طریقت میں چاہئے

دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

کھلتا نہیں ہے یار کدھر ہے کدھر نہیں — ہر شے سے آشکار کدھر ہے کدھر نہیں

شیدا ہیں انکے حسن پہ جنّ و بشر تمام — مشہور حسنِ یار کدھر ہے کدھر نہیں

ii) دوسرے فرزند سید شاہ محمد حسینی عرف باغ والے صاحب تھے (تزک محبوبیہ)

iii) تیسرے فرزند سید شاہ صفی اللہ حسینی تھے جو سجادہ (۱۰) ہوے۔

سجادہ (۱۰) سید شاہ صفی اللہ حسینی

سجادہ (۱۱) سید شاہ محمد اکبر حسینی ثالث جنکا انتقال شعبان ۱۳۵۲ھ ہجری میں ہوا۔

انکو تین فرزند ہوے

i) سید فضل اللہ حسینی عرف حسینی پیر

ii) سید ندیم اللہ حسینی عرف خواجہ پیر

iii) سید صفی اللہ حسینی عرف ولی پیر جو جانی حسینی سجادہ روضۂ خرد گلبرگہ شریف کے نبسہ (نواسے) ہوتے ہیں اور آجکل موصوف ہی سجادہ نمبر (۱۲) کی حیثیت سے کار فرما ہیں۔

سید شاہ حسن کلیمیؒ

مسجد درگاہ حضرت حسین شاہ ولیؒ کے صحن میں واقع چبوترہ میں حضرت سید شاہ محمد حسن جیلی کلیمیؒ کا مزار ہے جو اپنے زمانے کے ولی کامل گذرے ہیں مختلف تاریخی کتب سے ماخوذ آپکی سوانح کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حضرت سید شاہ محمد حسن جیلی کلیمیؒ المعروف بہ "صاجبزادہ صاحب" کی ولادت ۱۲۲۳ھ ہجری بمقام بغداد شریف ہوئی جو حسنی سادات سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ شریف الحسنؒ کا سلسلۂ نسب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اسی مناسبت سے آپ کے اسم شریف کے ساتھ جیلی کا لقب لکھا جاتا ہے۔ نیز آپ حضرت خواجہ نصیر الدین عرف کالے میاںؒ کے مرید و خلیفہ تھے جنکا چشتیہ سلسلۂ طریقت چوتھے واسطے میں حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ پر ختم ہوتا ہے جنکے نبیرہ حضرت شاہ علیؒ کی صاجبزادی آپ کی دادی بھی ہوتی ہیں اس لئے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ جیلی اور کلیمی دونوں القاب لکھے جاتے ہیں۔

حضرت سید شاہ محمد حسن جیلی کلیمیؒ اپنے آباء واجداد کے ہمراہ بغداد شریف سے ہجرت کر کے آخری مغلیہ تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دورِ حکومت میں دہلی تشریف لائے جہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد حیدر آباد دکن منتقل ہو کر محلّہ ٹولی چوکی میں درگاہِ حضرت حسین شاہ ولیؒ کے قریب سکونت اختیار کی۔ ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اتباعِ سنت اور توکل و قناعت کا جیتا جاگتا نمونہ تھے چنانچہ پادشاہِ وقت نظام پنجم نواب افضل الدولہ بہادر کی جانب سے پیش کردہ جاگیر و منصب کو آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ آپ کے چشمۂ علم و عرفان سے علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد فیض یاب ہوئی

چنانچہ حیدرآباد کے مشہور واعظ و عالم دین مولانا حافظ خیر المبینؒ اور مولانا سید ابو ہاشم مدنیؒ کے علاوہ بحر العلوم حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ اور حضرت عبد المقتدر صدیقیؒ دونوں کے حقیقی چچا اور خسر مولانا غلام حسین صدیقیؒ وغیرہ کو حضرت سید شاہ محمد حسن جیلی کلیمیؒ ہی سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔

آپ بتاریخ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ ہجری بعمر (۸۵) سال واصل بحق ہوے اور مسجد درگاہ حضرت حسین شاہ ولیؒ کے صحن میں چوکھنڈی کے اندر آرام فرما ہیں۔

(تاریخ شمسیہ۔ تذکرۂ اولیاء دکن۔ شجرۃ المحمود)

آپ کو زوجہ اول پوتی بیگم (صاحبزادی حضرت شاہ پیر عثمانیؒ) سے سات فرزند اور ایک دختر تولد ہوے جنکے نام حسب ذیل ہیں:

۱) سید محمد احمد حسن جیلی کلیمی ۲) سید محمد محمود حسن جیلی کلیمی
۳) سید محمد احسن جیلی کلیمی ۴) سید محمد انور الحسن جیلی کلیمی
۵) سید محمد ضیاء الحسن جیلی کلیمی ۶) سید محمد ظہور الحسن جیلی کلیمی
۷) سید محمد حسن جیلی کلیمی اور ایک دختر قمر جہاں بیگم زوجۂ سید صلاح الدین شطاری۔ آپ کو اپنی زوجہ دوم فخر النساء سے ایک فرزند سید فاضل تولد ہوے۔

آپ کے بعد آپکے پانچویں فرزند سید محمد ضیاء الحسن جیلی کلیمی آپکے پہلے سجادہ نشین ہوے جنکے بعد حضرت سید محمد فخر الحسن جیلی کلیمی سجادہ دوم ہوے فی الوقت آپ کی تیسری پشت میں مولانا سید محمد حمید الحسن جیلی کلیمی سجادہ نشین سوم مقرر ہوے جنکی ناسازی صحت کے سبب موصوف کے برادر خرد مولانا سید رشید الحسن جیلی کلیمی کارگذار سجادہ نشین کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(معلومات فراہم کردہ منجانب کارگذار سجادہ صاحب)

ہماری دیگر مطبوعات

فضائل درود شریف : درود شریف کے فضائل ایک نئے انداز و نہج کے ساتھ۔

اوراد قادریہ حصہ اول و دوم : حضرت غوث اعظمؒ کے روز مرہ وظائف مع اردو ترجمہ پہلی بار۔

دلائل الخیرات : اوراد و وظائف پر مشتمل حضرت محمد بن سلیمان جزولی کی شہرۂ آفاق کتاب کا اردو ترجمہ۔

بشائر الخیرات : حضرت غوث اعظمؒ کے مرتبہ درود و دعا و ورد مع اردو ترجمہ۔

تجلیات مدینہ : مسہل کے منتخبہ نعتیہ کلام کا مجموعہ۔

تحفۃ الصوفیہ : صحیح نصاب زکوٰۃ پر نفیس تحقیق۔ ترجمہ مع ضمیمہ۔

تجلیات بغداد : بغداد شریف میں آرام فرما انبیاء' آل رسول' صحابہ' ائمہ' صوفیہ و اولیاء کی سوانح۔

سر الاسرار مع اردو ترجمہ و تحشیہ نور الانوار : حضرت سیدنا غوث اعظمؒ کی تصوف پر معرکۃ آرا کتاب۔

مقدس ٹیکمال : ٹیکمال قریب میدک کے اولیائے کرام کے تاریخی حالات و کرامات۔

مکتوبات غوث اعظمؒ : فارسی مکتوبات غوث اعظمؒ کا اردو ترجمہ پہلی بار۔

شاہد الوجود : ڈیڑھ صدی قدیم فارسی مخطوطہ تصوف مع اردو ترجمہ قابل دید کتابت۔

عظمت اولیاء کرام : اولیاء کرام کی عظمت اور انکا مقام قران و حدیث کی روشنی میں۔

عظمت والدین : ماں باپ کا رتبہ قرآن و حدیث کی روشنی میں۔

زیارت قبور : شریعت کی روشنی میں زیارت قبور کا ثبوت اور مسنون طریقہ۔

ZAKAT : تحفۃ الصوفیہ کا انگریزی ترجمہ۔

THE DIGNITY OF PARENTS عظمت والدین کا انگریزی ترجمہ

ESSAYS ON ISLAMIC TOPICS کا اردو ترجمہ۔

فاتحہ اموات : یعنی حیات اموات' ایصال ثواب' عرس' فاتحہ سیوم' ہفتم' دہم' چہلم' وغیرہ کا شرعی ثبوت۔ (زیر طبع)

مثنوی شریف مولانا روم ایک تجزیہ : مولانا ابوالکلام آزاد انسٹیوٹ کی جانب سے منعقدہ سمینار میں پڑھا گیا تحقیقی مقالہ۔

ہمارا کا پتہ

سید الصوفیہ اکیڈمی۔ 21-1-247 "تصوف منزل"۔

قریب ہائیکورٹ۔ حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۰۲ فون 4562636